دے سوچتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زرمین صوبائی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تعلیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ گل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں گل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کروا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ بخشی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں گل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور اپ سیٹ ہیں۔ میڈیسن دی ہیں آرام کریں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

گل زرمین کو آفس کے بعد کلب لے آتی ہے زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زکی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہمراہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کرے گی۔ زکی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین، گل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر گل کے نمبر پر کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی؟ زرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد بخشی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھتکارتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینگل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے۔ وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد

آتی ہے کہ دو محرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ میری پر کھل کے وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ گل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

گل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو ابتر ہوتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے۔ اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجانا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ورکر اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کرلی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔

مارک اس سے راستے میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زمین کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کردیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

انیسویں قسط

آہستہ چل زندگی،
ابھی کچھ قرض چکانا باقی ہے
کچھ درد مٹانا باقی ہے،

کچھ قرض چکانا باقی ہے
رفتار میں تیرے چلنے سے کچھ روٹھ گئے،
کچھ چھوٹ گئے
روٹھوں کو منانا باقی ہے، روتوں کو ہنسانا باقی ہے

(گلزار)

حریم کی دھڑکنیں سست روی کا شکار ہونے لگیں۔ اس نے کتنی ہی دیر اس تصویر اور نام کو بے حد بے یقینی سے دیکھا پھر بے اختیار واش روم کے بند دروازے کی طرف نگاہ ڈالی۔ زیاد کے باہر نکلنے کے فی الحال کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ حریم نے تیزی سے دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ جلدی سے موبائل اٹھا کر اس نمبر سے آئی مسڈ کال کو ریموو کرکے فون نمبر بلاک لسٹ میں ڈالا اور کھٹکے کی آواز سن کر جلدی سے موبائل تکیے کے نیچے گھسا دیا۔ وہ واش روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ حریم کی رنگت بدلی وہ جلدی سے پلٹ کر لرزتے ہاتھوں سے یونہی خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر چیک کرنے لگی۔

زیاد نے تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے اچٹتی نگاہ سے حریم کو دیکھا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔" گلے سے کھنکھار کر دھیمی سی آواز میں جواب دیتے ہوئے حریم نے دراز سے اپنا موبائل نکال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرب کہاں ہے؟"

"وہ باہر لان میں کھیل رہی ہے۔ میں ناشتے کے لیے تمہیں بلانے آئی تھی۔" زیاد نے دیکھا وہ کترائی ہوئی سی تھی اس سے نگاہ ملائے بنا۔ جیسے بھاگنے کو پر تول رہی ہو۔

تولیہ کرسی کی پشت پر ڈالتے ہوئے وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھا...... تو پھر بلاؤ نا ناشتے کے لیے۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔ حریم نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر گویا اس سے خفا ہوگئی۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"ارے ارے...... مذاق اڑا نہیں رہا، مذاق کر رہا ہوں۔" وہ تصحیح کرتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

"تو آجاؤ پھر۔" وہ باہر نکلنے کو تھی۔

"حریم!" اس نے پکارا تو حریم کا دل دھڑک اٹھا اور قدم چلنے سے انکاری۔

"کوئی مسئلہ ہے کیا؟" اس کے سوال نے حریم کو مزید سن کیا۔ بمشکل تمام جواب دے پائی۔

"نن...... نہیں......"

"تو پھر پریشان کیوں ہو؟"

"میں...... نہیں تو...... ایسے ہی تکے مت لگاؤ۔ کنفیوز کر رہے ہو تم مجھے۔" وہ کوئی راہ فرار پاکر واقعی چڑ سی گئی تو زیاد ہنسنے لگا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ مگر رکو تو...... اکٹھے چلتے ہیں ناشتے کے لیے۔ ایک کپل کی طرح۔ سب پر اچھا امپریشن پڑتا ہے۔" حریم کے لیے اس سے نگاہ ملانا مشکل ہوا۔

"تم بیٹی سے محبت کرتے ہو۔ یہ مت بھولو۔" اس نے اپنے اس احساس کو رد کرنے کے لیے ایک بالکل

ہی غیر متعلق بات کی تو زیاد کی مسکراہٹ گئی۔
"تمہیں سب سچ بتانے کا مقصد ہمارے آپسی رشتے کو ایمان داری سے استوار کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ تم ان باتوں کو طعنے کے طور پہ محفوظ کر لو۔" قدرے توقف کے بعد وہ ناگواری سے بولا تو حریم شرمندہ سی ہوگئی۔
"یہ طعنہ نہیں۔ یاددہانی تھی۔ وہ گم ہوئی ہے لیکن زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی لوٹ سکتی ہے۔"
"حال میں جینا سیکھو مسز زیاد۔" "بھی" "اور تم" "ہوں"۔ زیاد نے آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھامتے ہوئے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس نے نظر چرائی۔
"ماضی کو بار بار پلٹ کر سامنے مت لاؤ۔ جینا مشکل ہونے لگتا ہے۔" وہ بہت ضبط سے بولا تو حریم نے کسمسا کر اپنا آپ اس کی گرفت سے چھڑا لیا۔
"اگر وہ گم نہ ہوتی تو شاید آج میری جگہ وہی ہوتی۔"
"یقیناً۔" زیاد نے سوچنے کا بھی وقت نہیں لیا اور نہ ہی اس کا دل رکھنے کو جھوٹ بولا تھا۔
"اچھا۔ تب کہاں جاتی عماد بھائی کی وصیت اور آخری خواہش؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔
"وہ واقعی میرب کی ماں بن جاتی۔ تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ سراپا محبت ہے۔" زیاد کے لب و لہجے میں موجود یقین نے حریم کو سُن کیا تھا۔
"مگر وہ مجھ سے کھو گئی۔" زیاد کے انداز میں محسوس کیے جانے والا کرب تھا۔
اس روز حریم نے کتنی ہی دیر اپنے اور زیاد کے تعلق کے بارے سوچا۔ وہ بہت آسانی سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر گیا تھا۔ "اور میں؟
مجھے یہ سب کیسا لگ رہا ہے؟" حریم نے خود کو ٹٹولا تو اپنے اندر بس ایک ٹھہراؤ کی سی کیفیت پائی۔ جیسے زندگی کے اس موڑ پہ آ کر سب ٹھیک ہو گیا ہو۔ لیکن اب۔ کیتھی کا فون آنے کے بعد اس ٹھہراؤ پہ اچانک ہی وحشت اور خوف غالب آ گیا۔
اُف۔ اب یہ کیتھی؟ اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ زیاد اپنے آپ سے منسلک رشتوں کو کس حد تک جا کر نبھاتا ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اگر کیتھی واپس لوٹ آئی تو حریم مصطفیٰ کہاں کھڑی ہوگی۔ بلکہ یقیناً کیتھی کے لوٹ آنے پر وہ واپس اسی کی جانب لوٹ جاتا۔

☆☆☆

مہوش نے آج اچھے موسم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لان ہی میں لنچ کا انتظام کیا تھا۔ میرب کی بے فکر قلقاریاں پورے لان میں گونج رہی تھیں۔ زیاد کچھ دیر پہلے ہی میرب کو گھوڑے کی سیر کروا کر لایا تھا۔
مہوش اندر کچن میں کھانے کا انتظام دیکھنے گئی تو حریم اٹھ کر لان میں ٹہلنے لگی۔ زیاد اور میرب اب فش پونڈ کے کنارے بیٹھے مچھلی پکڑنے کی کوشش میں تھے۔ رانا نے ایک چھوٹا فشنگ راڈ ان کے حوالے کر دیا تھا تا کہ دونوں اپنے کھیل میں حقیقت کا رنگ بھر سکیں۔ ذرا ذرا دیر بعد ان دونوں کی ہنسی فضا میں گونج رہی تھی۔
"بے گرل۔" اونچی آواز پہ وہ بے اختیار مڑی۔ زیاد نے اسے پکارا تھا۔ اسے پلٹتے دیکھ کر فضا میں ہاتھ ہلا کر اسے بلا لیا۔
"کم ہیئر۔"
وہ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی طرف آ گئی۔
"ماما فش۔" میرب بے انتہا خوش تھی۔ کوئی مچھلی کانٹے میں تو نہیں پھنس رہی تھی لیکن میرب اسی بات پہ خوش تھی کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہی ہے۔

''آہا۔ میرو نے کتنی مچھلیاں پکڑی ہیں؟'' حریم نے اسے خوش کرنے کے لیے تالاب کے کنارے گول پتھروں سے بنی منڈیر پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ مایوس ہوئی۔

''ایک بھی نہیں۔''

''اوہو۔ بھئی پاپا نے بھی میرو کی ہیلپ نہیں کی؟''

''پاپا نے ہیلپ کے لیے ہی تو مما کو بلایا ہے۔ ہم تو ناکام ہو گئے فشنگ میں۔'' زیاد نے مسکرا کر کہا تو حریم بدکی۔

''میں کون سا مچھیروں کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔'' اس کی بات پر زیاد کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''میرب آپ ریبٹ (خرگوش) کے ساتھ کھیلیں۔ فش کا دل نہیں کر رہا ابھی پانی سے باہر آنے کو۔''

''مما فش نہا رہی ہے اس لیے؟'' میرب کو الگ ہی توجیہ سوجھی حریم نے مسکراہٹ دبائی۔

''یس۔ اور جب فش نہا لے گی تب ہم اسے فوراً پکڑ لیں گے۔ ابھی آپ ریبٹ کے ساتھ کھیل لیں۔''

میرب اس کی بات سے متفق ہو کر خرگوشوں کے جوڑے کی طرف بھاگ گئی۔

''بچوں کے لیے خوش ہونا کتنا آسان ہے نا۔'' تھوڑی دیر محویت سے میرب کو دیکھتے رہنے کے بعد حریم نے رشک سے کہا۔

''کیونکہ بچے کوئی بات دل میں نہیں رکھتے۔ اپنی فیلنگز کا آرام سے اظہار کر دیتے ہیں۔'' زیاد برجستہ بولا تو حریم نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔ زیاد نے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکایا جیسے اس سے کچھ پوچھ رہا ہو حریم کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا۔

''تمہیں بھی اگر کوئی مسئلہ ہو تو کھل کر بات کیا کرو مجھ سے۔ قربت وہی پائیدار ہوتی ہے جس کی بنیاد میں باہمی اعتماد ہو۔ جو دل میں ہو وہی زبان پر بھی ہو۔'' وہ گہرے لہجے میں بولا تو حریم کو اس کے پاس کھڑے رہنا دوبھر ہونے لگا۔

''میں ذرا کچن میں دیکھوں۔ مہوش بھابی کو کوئی کام نہ ہو۔''

وہ کہہ کر فوراً ہی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ زیاد کی پرسوچ نظروں نے اس کا دروازے میں گم ہونے تک پیچھا کیا تھا۔ اندر آ کر حریم نے اطمینان کی گہری سانس بھری۔ اب زیاد چاہے جس بھی تناظر میں بات کر رہا ہو حریم کا دھیان نیتی کا نمبر بلاک کرنے والی اپنی غیر اخلاقی حرکت کی طرف ہی جا رہا تھا۔

(اب جب بھی اس کا موبائل ہاتھ لگا سب سے پہلے نیتی کا نمبر ہی ان بلاک کروں گی) مہوش کے ساتھ ٹرالی میں برتن سیٹ کرتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں خود سے تہیہ کیا۔ بھلا اس طرح ڈر کر جینے میں کیا مزا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن اگلے دو تین روز میں ایک بار بھی اسے یہ موقع نہیں مل پایا تھا۔ موبائل زیاد کے پاس ہی ہوتا اور ایک رات جب وہ سونے کے لیے کمرے میں آیا اور حسب عادت شاور لینے گیا تو حریم نے جلدی سے اس کا موبائل اٹھایا لیکن یہ دیکھ کر اس کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی کہ زیاد نے موبائل پہ اسکرین لاک لگا رکھا تھا۔ اسے خیال آیا کل جب میرب نے اس کے موبائل کے ساتھ کھیلتے ہوئے غلطی سے کوئی کال ملا دی تھی تب شاید اس نے یہ احتیاط کی کہ اسکرین لاک لگا دیا وہ مایوس ہو گئی۔ میرب کو سلاتے ہوئے وہ زیاد کے نکلنے سے پہلے سر منہ ڈھانپ کر لیٹ چکی تھی

☆☆☆

کچھ حسرت ابھی ادھوری ہے،
کچھ کام بھی اور ضروری ہے

خواہش جو گھٹ گئی اس دل میں،
اس کو دفنانا باقی ہے
کچھ رشتے بن کر ٹوٹ گئے کچھ جڑتے جڑتے چھوٹ گئے
ان ٹوٹے چھوٹے رشتوں کے،
زخموں کو مٹانا باقی ہے
(گلزار)

حیان الشافع نے سامان سے بھری آخری ٹرالی لڑکوں کے حوالے کی تو وہ جلدی سے کاسمیٹکس کا سامان مختلف ریکس میں رکھنے لگے۔ اسٹور میں اکا دکا کسٹمرز آنے شروع ہو گئے تھے۔ ابھی مکمل مارکیٹ کھلنے میں وقت تھا۔ حیان کے اسٹور کا سامان آج آنا تھا، اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ اسٹور پہ کام کرنے والے دونوں لڑکے بہت پھرتیلے تھے۔ انہوں نے دو گھنٹوں میں سارا سامان ترتیب سے ریکس میں جما دیا تھا۔ عائشہ اور آمنہ (بیجی) کے آنے تک دن چڑھ آیا تھا اور حیان الشافع نامی اسٹور کسٹمرز سے بھر چکا تھا۔ حیان نے انہیں گھور کر دیکھا۔

"مجھے مت گھورو۔ یہ جو میری دوست ہے نا۔ یہ بہت وقت سے تیار ہوتی ہے اس کا موڈ ہی نہیں بنتا آنے کے لیے۔"

عائشہ نے حیان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی جلدی سے سارا قصور آمنہ پہ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ انہیں نظر انداز کرتی میک اپ کے ریکس کی طرف چلی گئی اسے دیکھ کر اس کی جگہ ڈیوٹی دیتے لڑکے نے شکر کیا اور اپنے کاؤنٹر کی طرف بھاگ گیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" حیان نے آمنہ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر بہن سے پوچھا۔

"اس کا رابطہ نہیں ہو پا رہا زیاد کے ساتھ۔"

"ہو سکتا ہے وہ اسے دغا دے گیا ہو۔" حیان نے بیدردی سے تبصرہ کیا تو عائشہ بھائی کو گھور کر اپنے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ حیان کوفت سے سر ہلاتا کسٹمر کے سامان کی لسٹ کمپیوٹر میں لکھ کر بل بنانے لگا۔

وقفے کے دوران وہ دونوں لنچ کے لیے نکلیں تو حیان نے عائشہ کو آواز دی۔

"ٹھہرو۔ مجھے بھی جانا ہے لنچ کرنے۔" وہ دروازے پہ وقفے کا کارڈ لگاتا ان کے ساتھ قریبی فوڈ اسٹریٹ پہ نکل آیا۔ وہ دونوں لانگ اسکرٹس اور حجاب میں ملبوس تھیں۔ وہ تینوں چلتے ہوئے سڑک کنارے اوپن ایئر ریسٹورنٹ تک آئے اور ہجوم سے بچ کر ایک طرف کی میز کے گرد کرسیاں سنبھال لیں ان کا آرڈر جلد ہی سرو ہو گیا۔

"تم اپنے ماضی کو بھول کر اپنی اپنے کام اور اسٹڈیز پہ توجہ کیوں نہیں دیتیں۔ یہ چیز تمہارے زیادہ کام آئے گی۔" حیان اس سے بہت کم مخاطب ہوتا تھا اس لیے آمنہ چونکی۔

"مشورے کا شکریہ۔" نیلی آنکھوں میں خفگی بھرے اسے ایک نظر دیکھ کر وہ اپنے سوپ کے پیالے پہ جھک گئی۔ اسے ترکش کھانے پسند آنے لگے تھے۔ عائشہ نے آنکھ کے اشارے سے حیان کو مزید کوئی بات کرنے سے منع کیا۔

مگر وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"سچ کہہ رہا ہوں میں۔ جو آپ کا ہو وہ کہیں نہیں جاتا لوٹ کر آپ تک ہی آتا ہے۔ اور جس کے پیچھے آپ بھاگتے رہتے ہیں اگر وہ قسمت میں نہیں تو ساری بھاگ دوڑ بے کار جاتی ہے، اس لیے اللہ پہ چھوڑ دینا چاہیے

حالات کو۔"

"بس کرو بھائی اب کوئی ہر وقت فلاسفی کی کلاس لینے کے موڈ میں نہیں ہوتا۔" عائشہ کو آمنہ کے تاثرات اچھی طرح سمجھ میں آ رہے تھے اس لیے اس نے اپنے سے دو سال بڑے بھائی کو ٹوکا تو وہ لاپروائی سے کندھے جھٹک کر اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا مگر واپسی پر اس نے ایک مرتبہ پھر آمنہ کو آفر کی۔

"اگر تم مجھے اس شخص کا رابطہ نمبر دو تو میں اسے ڈھونڈنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں یہ کام خود تم سے بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔" آمنہ نے بے دلی سے کہا تو عائشہ نے اپنی ہنسی چھپانے کا بھی تکلف نہ کیا۔ حیان نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تو پھر کل سے کوئی" کسی بھی وجہ" سے لیٹ آیا تو اس کی تنخواہ میں سے پیسے کٹیں گے ان شاء اللہ۔" وہ بھی بے مروتی سے کہتا ان سے پہلے اسٹور میں داخل ہو گیا تھا۔ عائشہ نے آمنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ شیشے کے دروازے پر سے دھکے کا بورڈ ہٹاتے ناراضی سے حیان کو دیکھ کر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم چاہو تو وہ تمہاری مدد کر سکتا ہے، زیاد کے متعلق ساری انفارمیشن اسے دو۔ مردوں کا اپنا وسیع دائرہ کار ہوتا ہے کسی کے متعلق پتا لگانے کا۔"

"معاف کرنا۔ مگر تمہارے اس سڑیل سے بھائی پہ مجھے کوئی خاص اعتبار نہیں ہے وہ زیاد کے متعلق جلی کٹی باتیں ہی کرتا ہے ہمیشہ۔" آمنہ نے ریک پر پڑی لپ اسٹک کو ٹھیک کرتے ہوئے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ شاید وہ کھری بات کرتا ہے بناوٹ کے بغیر۔ اس لیے۔" عائشہ ان کی تلخی ساتھ ہی حیان کی تعریف بھی کر دی تو آمنہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی اور ساتھ ہی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

"ارے۔ کیا ہوا؟"

"ایسے ہی۔ ڈینئل یاد آ گیا۔ میرا بھائی بھی مجھ سے غیر مشروط محبت کرتا ہے۔ ہم لڑتے بھی تھے اور اختلاف کے باوجود ایک دوسرے پہ جان وارنے کو تیار بھی رہتے تھے۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں آمنہ! آج تم یہاں میرے ساتھ بیٹھی ہو تو یہ بھی تمہارے بھائی ڈینئل ہی کی مہربانی ہے۔ کیسے جان پہ کھیل کر اس نے تمہیں وہاں سے نکالا تھا۔ ورنہ شاید تمہاری کمیونٹی کے لوگ تمہیں ایسے غائب کرتے کہ تمہارا نام و نشان تک نہ ملتا۔" عائشہ نے ڈینئل کے کردار کو سراہا تو آمنہ کا چہرہ چمکنے لگا۔

"بس کچھ وقت گزر جائے، میرے اسلام قبول کرنے کا واقعہ دب جائے تب میں رابطہ کروں گی ڈینی سے۔ ابھی تو اس نے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔"

"ہاں۔ تب تک تمہارے ماں باپ کا دل بھی نرم پڑ جائے گا ان شاء اللہ۔" عائشہ نے دل سے دعا کی تھی۔

"آمین۔" بے اختیار کہتے ہوئے روتھ اور پال کا ظالمانہ اور بے اعتنائی سے بھرا انداز یاد کر کے آمنہ کو رونا آنے لگا۔ اس نے تیزی سے پلکیں جھپک کر اپنے آنسو اندر ہی اتار لیے کیونکہ حیان عرف جلاد انہی کی طرف آ رہا تھا۔"

"مانا کہ تمہارے باپ کا اسٹور ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنا کاؤنٹر چھوڑ کر فضول کے مسائل پہ گپیں لگاتی پھرو۔" اس نے جلے کٹے انداز میں عائشہ کو ڈپٹا تو وہ دانتوں تلے زبان دباتی تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔

"اور تم......" وہ گہری سانس بھرتا آمنہ کی طرف پلٹا۔

"مائنڈ یو۔ میں اپنے کاؤنٹر پر ہی ہوں۔" وہ رکھائی سے جتا کر بولی۔ حیان الشافع اسے گھور کر رہ گیا جو مسکراتے ہوئے اپنی کسٹمر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پلٹ گیا۔ آمنہ نے تشکر کی

سانس بھری اور اپنی کسٹمر کو پوری توجہ کے ساتھ میک اپ کے آئٹمز دکھانے لگی۔

ڈینئل کی مہربانی سے انگلینڈ سے فرار ہو کر وہ اپنی مصری دوست عائشہ کے ساتھ ترکی آ گئی یہ وہی عائشہ تھی۔ زیاد کے بعد جس کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر وہ بھی اسلام کی طرف مائل ہوئی اور آج آمنہ بن گئی تھی۔ وہ دونوں عائشہ کے مصر جانے کے بجائے احتیاطاً ترکی آ گئیں جہاں حیان الشائع اپنے باپ کا اسٹور سنبھال رہا تھا۔ اس کا باپ اپنا کام بیٹے کے کندھوں پر ڈال کر مصر واپس چلا گیا تھا۔ ترکی آ کر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے روزگار چلانے کے لیے عائشہ کے کزن بھائی کے ملٹی اسٹور میں نوکری کر لی تھی۔ عائشہ اور وہ دونوں ایک گرلز ہوسٹل میں رہ رہی تھیں۔ ان کی نوکری اور مناسب تنخواہ سے ان کی زندگی کی گاڑی اب آہستہ آہستہ چلنے لگی تھی۔ حیان خود یہاں ایک کرائے کے گھر میں ترک دوستوں کے ساتھ شیئرنگ پر رہتا تھا اگر وہ اپنا فلیٹ خرید لیتا تو شاید ان کا کرایہ بھی بچ جاتا اور تنخواہ بھی۔ لیکن حیان کی کفایت پسند سوچ (جبکہ دونوں لڑکیوں کے خیال میں اس کی کنجوسی) اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ یہاں فلیٹ خریدتا۔

☆☆☆

''روبینہ بتا رہی تھی کہ شاذل واپس آ رہا ہے اگلے ہفتے۔'' کھانے کی میز پر رابعہ نے بڑی خوشی سے بتایا تو مائرہ حیرت کا شکار ہوئی۔

''اس کا تو ابھی جھگڑا چل رہا تھا اپنی بیوی کے ساتھ۔ پچھلے ماہ میری بات ہوئی تھی اس سے۔ ''فارغ کر دیا ہوگا اس والی نے بھی۔'' مائرہ ہنسی۔

''وہ معاملہ حل ہو گیا ہے۔'' رابعہ نے لاپروائی سے کہا۔

''اچھا۔ مطلب تیسری بیوی بھی چھوڑ گئی ہوگی محترم کو۔ تب ہی آ رہا ہے۔'' بات کے آخر میں مائرہ نے قہقہہ لگایا تو میاں کی بے ساختہ مسکراہٹ نے رابعہ کو چڑا دیا۔

''کیوں بھئی۔ اس کا بھی ملک ہے۔ والدین ہیں، بہن بھائی ہیں اس کے یہاں۔''

''فار گاڈ سیک مما!'' مائرہ نے ہنستے ہوئے انہیں ٹوکا۔ ''اب آپ اپنے بھانجے کی غیر موجود بلکہ ''نادیدہ'' حب الوطنی کے قصے نہ سنانے لگ جائیے گا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں اسے، پاکستان اس کی لائف پلاننگ میں کبھی رہا ہی نہیں۔ یہ بھی تو دس سال سے امریکن نیشنیلٹی کے لیے کوشش نہیں کر رہا وہاں۔''

''تو کون چھوڑتا ہے امریکہ کی نیشنیلٹی؟ کسی کو بھی چانس ملے، فوراً سے پہلے بھاگے گا یہاں سے۔'' رابعہ چڑ گئیں تو مائرہ نے مسکراہٹ دبائی۔

''چھوڑیں بیگم! آپ بس یہ بتائیں کہ اس کی تیسری بیگم کا کیا ہوا؟'' میاں نے بھی چھیڑا تو وہ خفگی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

''آپ دونوں باپ بیٹی کو تو بس کوئی ٹاپک ملنا چاہیے۔ اس بے چارے نے تو نیک نیتی سے ہی شادی کی تھی تینوں بار۔ اب باہر کی لڑکیوں کو گھر بسانے کا ڈھنگ ہی نہیں تو اس میں میرے بھانجے کا کیا قصور ہے۔''

دونوں باپ بیٹی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ رابعہ زچ ہو گئیں۔

''تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ میں شاذل کے واپس آنے کی خوش خبری سنا رہی ہوں تم لوگ اس کی شادیاں اور ناکامی کی وجوہات پر روشنی ڈالنا شروع ہو گئے ہو۔''

''یہ اب آپ پھر سے خود ہی ہنسانے والی باتیں کر رہی ہیں۔'' مائرہ نے ہنستے ہوئے متنبہ کیا۔

''شٹ اپ۔'' وہ ناراضی سے اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''اچھا۔ یہ تو بتائیں، آ کب رہا ہے۔ میرا بھی دوست ہے۔ مجھے بھی خوشی ہے اس کے آنے کی۔'' مائرہ ان

کی ناراضی دور کرنے کی خاطر دلچسپی دکھاتے ہوئے بولی تو ان کا چہرہ پھر سے کھلا۔

''اگلے ہفتے کی سیٹ کروائی ہے اس نے۔ تم چلو گی اسے ریسیو کرنے؟''

''نہیں بھئی۔ ایک تو یہ کہ مجھے اس نے اپنے آنے کا بتایا ہی نہیں اس لیے آئے گا تو ملاقات ہو جائے گی۔ یہ ایئرپورٹ جا کے ملاقات والے فلمی سین مجھ سے نہیں ہوتے۔'' مائرہ نے حسب فطرت صفاچٹ جواب دیا تھا۔

''ایک تو تم اور اتحبارے خیالات۔'' رابعہ نے سر جھٹکا۔

''آپ تو ضرور جائیں گی روبی خالہ کا دایاں ہاتھ بن کے؟''

''ظاہر ہے۔ میری اس سے تم لوگوں جیسی کوئی خود ساختہ دشمنی تھوڑی ہے۔'' ان کے طنز نے دونوں باپ بیٹی کو ہنسا دیا تھا۔

''دشمنی تو میری بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ مجھے ایئرپورٹ جانا پسند نہیں۔''

مائرہ نے ایک بار پھر ان کا دل رکھنے کے لیے انہیں یاددہانی کرائی تو رابعہ اس احساس سے خوش ہو گئیں کہ ان کی پرانی والی مائرہ واپس لوٹ رہی تھی جو اپنی تمام تر خود پسندی کے باوجود بات کرتے ہوئے کم از کم اپنے والدین کے جذبات کا ضرور خیال کرتی تھی۔

☆☆☆

ایک بہترین ہفتہ گزار کر وہ رانا اور مہوش سے اجازت لے کر واپسی کے لیے آج نکلنے والے تھے۔ واپسی پہ حریم کی خاموشی کو زیاد نے بہت اچھی طرح محسوس کیا۔

''کیا بات ہے؟ دل نہیں کر رہا واپس جانے کو تو کچھ دن اور ٹھہر جاتے ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا حریم گڑبڑائی۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ واپس تو لوٹنا ہی ہے ایک نہ ایک دن۔ آج ہی سہی۔'' اس نے اپنے پُراعتماد انداز میں لوٹتے ہوئے کہا تھا۔

''پھر دو دن سے یوں گم صم سی کیوں ہو۔ جیسے کسی بات نے اندر ہی اندر پریشان کر رکھا ہو۔'' اس نے احتیاط کے ساتھ گاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے کہا تو حریم جزبز ہوئی، ایسا بھی کیا کھلی کتاب ہونا کہ ہر کوئی پڑھ لے۔

''اچھا! بڑا غور کرتے ہو تم مجھ پہ'' اپنی طرف سے اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا لیکن زیاد کی ہنسی نے اسے جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

''کیا کروں۔ شریف آدمی ہوں، اپنی بیوی پر ہی غور کر سکتا ہوں۔'' وہ محظوظ ہوتے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

''نہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ دوسری اور تیسری پر بھی غور کر سکتے ہیں۔'' حریم نے قدرے اعتماد کا مظاہرہ کیا۔

''اچھا۔ تو پھر بھلا چوتھی کا کیا قصور ہے۔'' وہ ہنسا۔

''ششش۔'' حریم نے اسے آواز کم رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پہ سیٹ بیلٹ باندھے سوئی ہوئی میرب کو مڑ کر دیکھا وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے دیکھتے ہی سو گئی تھی۔

''کوئی بھی بیوی میرا نہیں خیال کہ اپنے شوہر کو پابند بنا کر رکھ سکتی ہے۔ جب تک کہ شوہر خود اس رشتے میں توحید کا قائل نہ ہو۔''

میرب کی طرف سے مطمئن ہوتے ہوئے حریم سیدھی ہو بیٹھی اور اس سے نظر ملائے بنا سامنے دیکھتے ہوئے رسان سے کہا۔

''واہ۔ بڑی فلاسفر ہو تم تو۔'' زیاد پھر سے ہنسا۔

''اور حقیقت پسند بھی۔ تم تب ہی تک میرے ہو جب تک کیتھی نہیں مل جاتی۔'' حریم نے سینے پہ بازو لپیٹے ہوئے ظالمانہ حد تک صاف گوئی سے کہا تو زیاد کی مسکراہٹ سمٹنے میں ایک سیکنڈ بھی نہ لگا۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ تمہیں دو روز سے کیتھی کیوں اتنی یاد آرہی ہے؟ تمہیں اپنی زندگی کے بارے میں سچ بتانے کا مقصد یہ نہیں کہ اب تم ہر بات پہ میرے منہ پہ مارتی رہو۔ پرسوں بھی منع کیا تھا میں نے تمہیں۔'' وہ بڑی ناگواری سے بولا تو حریم خائف ہوئی۔

''میں نے تو یونہی ایک بات کی ہے۔''

''آئندہ بھی تم ''یونہی بھی'' کیتھی کے بارے میں بات نہیں کرو گی۔'' اس کی بات کاٹتے ہوئے زیاد نے بہت سنجیدگی سے اسے متنبہ کیا تھا حریم کو اپنی بے جا جذباتیت پر افسوس ہوا۔ اچھا بھلا اس کا موڈ وہ اپنے بے کار کے جملے کی وجہ سے خراب کر چکی تھی۔ باقی کا سفر تقریباً خاموشی ہی میں کٹا میرب گھر پہنچنے تک جاگ گئی تھی۔

گھر میں نزہت نے بیٹے اور پوتی کا پرتپاک استقبال کیا جبکہ حریم کی طرف اٹھتی نگاہ بہت سطحی ہوئی تھی۔

''میرے تو گھر کی ساری رونق ہی تم میرب کے ساتھ لے گئے تھے۔'' نزہت نے میرب کو خود میں بھینچتے ہوئے زیاد سے شکوہ کیا تو وہ مسکرا دیا۔

''لے آیا ہوں آپ کی رونق کو۔ اب آپ جی بھر کر باتیں کیجیے گا اس سے۔'' سائڈ والے صوفے پر بیٹھی حریم کو اپنا آپ ان کے درمیان مس فٹ لگ رہا تھا۔ نزہت نے اس کا حال چال پوچھا تو دور سلام دعا بھی نہ کی تھی۔ حریم کا دل بوجھل ہونے لگا۔ پھر وہی بے رونق دن واپس آنے والے تھے۔

''میں چینج کرلوں۔'' وہ معذرت کرتی اٹھ گئی تھی نزہت نے نخوت سے سر جھٹکا۔

''اس کے ساتھ بھی دعا سلام کرلیتیں مما! بہو ہے وہ آپ کی۔ میری بیوی ہے۔'' زیاد انہیں ٹوکے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

''تم نبھاؤ یہ زبردستی کے رشتے، مجھ سے توقع مت رکھو۔'' وہ نخوت سے کہتی اسے گہری سانس بھرنے پہ مجبور کر گئیں۔

☆☆☆

کمرے کا دروازہ بڑے برے طریقے سے بجا تھا۔ مائرہ نے ناگواری سے موبائل سے نگاہ اٹھا کر دروازے کو گھورا اگر تو یہ کوئی ملازمہ تھی تو اس کی بہت بری طرح کلاس لگنے والی تھی۔

''آجاؤ۔'' اس نے غصے سے اجازت دی تھی مگر دروازہ کھلتے ہی دکھائی دینے والی شکل نے اس کے غصے کی ساری ہوا نکال دی۔

''سرپرائز۔'' وہ دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلائے دروازے میں کھڑا تھا۔ مائرہ کے تاثرات فی الفور بدلے، موبائل رکھ کر وہ تیزی سے اٹھی تھی۔

''یو ڈفر۔ تم تو پرسوں آنے والے تھے؟'' اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر چلائی۔

''اچھا۔ تو پھر تم سب کی یہ ہونق شکلیں کیسے دیکھتا۔'' شاذل ہنسا اور اسے بتایا کہ وہ بتائی ہوئی تاریخ سے تین دن پہلے یعنی کل رات ہی آگیا تھا۔

''روبی خالہ تو شاکڈ رہ گئی ہوں گی؟'' وہ ہنستے ہوئے اس کے ساتھ باہر آگئی۔

''ارے۔ ابھی دیکھ۔ ساتھ آگئی ہیں ابھی پوچھنا چل کے۔'' اس نے اپنا مخصوص بلند و بانگ قہقہہ لگایا۔ رابعہ نے بھانجے کو محبت سے دیکھا جو طویل پانچ سالوں کے بعد وطن واپس لوٹا تھا۔ دس سالوں سے امریکہ میں

مقیم شاذل عباس کا دل وہاں ایسا لگا کہ تین شادیاں بھی کیے بعد دیگرے وہیں کرلیں۔ مگر کوئی بھی تا عمر رونہ پائی تھی۔

"تمہیں بھی امریکیوں نے نکالا ہوگا تب ہی واپس آئے ہو ورنہ اس جنم میں تو تمہارا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا واپسی کا۔" مائرہ نے اس کے لیے چائے نکالتے ہوئے چھیڑا۔ رابعہ اور روبینہ ہنسیں تو شاذل تڑپ کر اٹھا۔

"ایکسکیوزمی۔ ایسا کوئی اندھیر نہیں مچا ہوا۔ تین امریکیوں کا داماد ہوں میں۔ وہ بھلا کیا نکالیں گے مجھے۔" لہجے میں تفاخر اتر آیا۔

"بائی دی وے۔ سابق داماد ...... جس کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی۔" مائرہ نے ہنستے ہوئے تصحیح کی۔

"تم اپنی سناؤ۔ ابھی تک 'مادام ہٹلر' کیوں لنڈوری گھوم رہی ہے؟" شاذل کی اس سے خوب ہی بنتی تھی حالانکہ وہ اس سے پانچ سال بڑا تھا لیکن دونوں کی دوستی خوب تھی۔

"تم جیسوں سے عبرت پکڑی ہوئی ہے میں نے۔ اس لیے لنڈوری ہی بھلی۔" وہ برجستہ بولی۔

"جی خالہ! یہ ابھی تک سنجیدہ نہیں ہوئی اپنی زندگی کے لیے؟" شاذل نے رابعہ کی طرف دیکھتے ہوئے تشویش سے پوچھا تو وہ تو گویا بھری بیٹھی تھیں۔

"تم ہی کچھ عقل دو اس لڑکی کو۔ میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔ اسے پیاری نہیں رہا اپنی زندگی سے۔" ماں کی بات پر مائرہ کی مسکراہٹ گئی اور چہرے کے عضلات میں کھنچاؤ سا آگیا۔

"کیوں بھئی۔ ہم ادھر تین تین نمٹا بیٹھے ہیں اور تم ابھی تک شروع ہی نہیں ہوئیں۔" شاذل کا انداز اس قدر مسخرانہ تھا کہ مائرہ کو بے اختیار ہی ہنسی آگئی۔

"تمہارا ریکارڈ تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔" مائرہ نے اس کی ٹانگ کھینچی تو روبینہ حسب عادت ہنسنے لگیں۔

"چلو۔ اس کا شوق تو پورا ہوا گوری سے شادی کا۔"

"اچھا چھوڑو، یہ فضول باتیں۔ اب یہ بتاؤ کتنی چھٹی پہ آئے ہو؟" رابعہ نے موضوع بدلا۔ مائرہ نے پیزا کا پیس نفاست سے پلیٹ میں رکھ کر اسے پیش کیا تھا۔

"تھینک یو۔" اس نے پلیٹ تھامی۔

"فی الحال تو لمبی ہی چھٹی ہے خالہ! اوب گیا تھا وہاں کے ماحول سے تو بھاگ آیا ہوں۔"

"پانچ سال بعد۔ کچھ جلدی ہی تنگ نہیں پڑ جاتے تم؟" مائرہ نے ہنسی اڑاتے ہوئے کپ کی بوتل اسے تھمائی تو اس نے دانت چمکائے۔

"اب تو بالکل بھی نہیں جانے دوں گی اسے۔ تم فرصت کرو، اس بار اس کا پکا بندوبست کروں گی یہیں پہ۔" روبینہ نے بہن کے سامنے مصمم ارادہ ظاہر کیا تو مائرہ نے بے اختیار ہنستے ہوئے شاذل کو انگلیوں کی تعداد سے اشارہ کیا۔

"چوتھی۔" وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

☆☆☆

اجنبی نمبر سے آیا میسج حریم نے بے دھیانی ہی میں کھول لیا۔ "ہیلو حریم مصطفیٰ۔ کیسی ہو؟"

"ہیں۔ یہ ...... کون ہے بھلا؟" وہ متذبذب ہوئی اس نے تمام ہی نمبر ناموں سمیت محفوظ کیے ہوئے تھے۔ کتنی ہی دیر وہ اس نمبر کو گھورتی رہی مگر اسے قطعاً یاد نہیں آیا کہ وہ نمبر کس کا تھا۔

"آپ کون؟" اس نے میسج کرکے پوچھ ہی لیا۔

"ارے۔ اپنے چاہنے والے کو اتنی جلدی بھول گئیں۔" آنے والے میسج سے اس کا دماغ بھک سے اڑا

گیا، وہ لیٹی ہوئی تھی، تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔

''یہ کیا بکواس ہے۔ اگر مذاق ہے تو بہت گھٹیا ہے۔ تم ہو کون؟'' اس نے غصے سے لکھا۔

''تعارف بھی ہو جائے گا۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ پہلے دو چار باتیں تو ہو جائیں۔ سنا ہے کہ تمہارے شوہر نے دھوکے سے شادی کی ہے تم سے۔ اور اس کی پہلے سے ایک بیٹی بھی ہے۔'' وہ جانے کیا کیا بک رہا تھا۔ حریم کے ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

''اور یہ بات تمہارے ماں باپ کو پتا چلے گی تب تو بالکل بھی معاف نہیں کریں گے وہ تمہارے نام نہاد دھوکے باز شوہر کو۔''

''شٹ اپ۔ اب اگر کوئی میسج کیا تو پولیس میں رپورٹ کروا دوں گی اور تمہارے نمبر کی ساری معلومات لے کر تم تک پہنچنا مشکل نہیں ہے۔'' حریم نے بھی دھمکی لگا دی۔

''یہ بھی کر کے دیکھ لو۔۔۔ ہاہاہا۔''

حریم نے اس کی ڈھٹائی دیکھتے ہوئے فون پاورڈ آف کر کے سائڈ پہ ڈال دیا۔ اللہ جانے کون شیطانی سوچ کا مالک تھا اور کیا چاہتا تھا۔ حریم خوف زدہ سی ہو کر سوچنے لگی۔ اتنی ساری معلومات تو صرف قریبی انسان ہی کو ہو سکتی تھیں۔ اُف۔۔۔ کس قدر کمینے لوگ ہیں اس دنیا میں۔ سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

☆☆☆

تو آگے چل میں آتا ہوں، کیا چھوڑ تجھے جی پاؤں گا

ان سانسوں پر حق ہے جن کا،

ان کو بھلانا باقی ہے

آہستہ چل زندگی، ابھی کچھ قرض چکانا باقی ہے

(گلزار)

☆☆☆

''میں پاکستان جانا چاہتی ہوں۔''

اس نے جیسے تھک کر کہا تو عائشہ اپنا اسکارف درست کرتے ہوئے بے تحاشا ٹھٹکی۔ آج صبح ہی سے اس کا گم صم انداز اور بیزار کن رویہ دیکھ کر وہ مسلسل اسے نظر انداز کر رہی تھی کہ کہیں اس کی ذرا سی ہمدردی پا کر اپنے آپ کو سمیٹے بیٹھی وہ لڑکی بکھر نہ جائے۔ لیکن اس کی احتیاط کے باوجود بھی یہ آخر ہی ہوا۔

''اتنی مشکل سے تو یہاں پہنچے ہیں آمنہ! ابھی کچھ عرصہ صبر کرو۔ یوں ہاتھ روڈ میں کسی کی نظر میں آ گئیں تو مسئلہ بن جائے گا۔''

''پہلے کون سا زندگی پھولوں کی سیج بنی ہوئی ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی سہی۔ مگر اسے یوں کھو دینا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔'' آمنہ کا دل ہی نہیں آنکھیں بھی بھر آئیں۔

''چند دن صبر کر لو آمنہ! ان شاء اللہ سب بہتر بلکہ بہترین ہو جائے گا۔'' عائشہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے تسلی دی۔

''اگر تم لوگوں کا یہ میلو ڈرامہ بند ہو گیا ہو تو کیا میں اسٹور بند کر سکتا ہوں؟'' حیان کی آواز ان کے قریب ہی سے ابھری تو وہ دونوں بدک کر الگ ہوئیں۔

''اِٹ میٹرز۔'' آمنہ کا دل چاہا منہ میں بڑبڑانے یہ لفظ کاش وہ اونچی آواز میں اس کھڑوس بندے سے کہے

سکتی۔

”تمہیں کسی نے دعوت نہیں دی کہ تم آ کر ہمارا ڈراما دیکھو۔“ وہ خفگی سے اتنا ہی کہہ پائی۔

”اپنے مالک کو جواب دینے کی سزا جانتی ہو؟“ حیان نے نتھنے پھلائے تو عائشہ دوست کی مدد کے لیے سامنے آئی۔

”مائنڈ یو برادر! ڈیوٹی ٹائم آف ہو چکا ہے۔ اب تم ہمارے باس نہیں ہو۔ سو اپنے کام سے کام رکھو۔“

وہ رکھائی سے کہتی آمنہ کا ہاتھ تھام کر حیان کے گھورنے کی پروا کیے بغیر باہر نکل گئی۔ پیچھے وہ دانت پیستے ہوئے لیک کر اسٹور بند کرنے لگا، باہر نکلا تو وہ دونوں اس کی گاڑی کے پاس کھڑی ابھی بھی شاید دکھ سکھ کی باتیں ہی کر رہی تھیں۔

اسے آتے دیکھ کر آمنہ (کیتھی) نے کچھ کہا اور عائشہ چپ ہو گئی۔ حیان الشافع نے ایک نظر آمنہ کی بھیگی پلکوں پر ڈالی اور گاڑی کا دروازہ ان لاک کیا وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

”آمنہ پاکستان جانا چاہتی ہے۔“ عائشہ نے کہا تو حیان نے بیک ویو مرر میں سے پیچھے نگاہ ڈالی۔ وہ پژمردہ سی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ عائشہ کی بات پر بھی متوجہ نہ ہوئی۔

”اسے بہت شوق ہے فوت ہونے کا۔“ وہ سلگا۔

”کیا بدتمیزی ہے یہ۔“ عائشہ بھائی کی صاف گوئی پر جز بز ہوئی۔

”پتا تو ہے کس طرح چھپتے چھپاتے یہاں تک کا سفر کیا ہے اس نے۔ اور ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے اس معاملے کو۔“ وہ جانے کیوں بھنا رہا تھا۔

”یہی تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔“ عائشہ بے بس ہوئی۔

”پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ اس سے میرا رابطہ منقطع ہے۔ فیس بک پر وہ پچھلے کئی ماہ سے آف لائن ہے۔ واٹس ایپ سے ناٹ رسپانڈنگ ہے۔ مجھے بس اس کی خیریت مل جائے کہیں سے۔“ وہ کھڑکی سے سر ٹکائے آزردگی سے کہہ رہی تھی۔ حیان نے لب بھینچے۔

”دیکھو۔ میں کوئی سخت الفاظ نہیں بولنا چاہتا۔ لیکن تمہاری جلد بازی سے ہمیں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”تم سے صرف مشورہ مانگا ہے۔ مدد نہیں۔“ آمنہ نے رکھائی سے کہا۔

”یہ مشورہ بھی ہے اور مدد بھی۔ تھوڑے دن اور صبر کر لو پھر اس کا بھی کوئی حل نکالتے ہیں ان شاء اللہ۔“ وہ پہلی بار قدرے نرم لہجے میں بولا تو آمنہ کا دل بھرانے لگا۔ اس نے کھڑکی سے سر ٹکا کر آنکھیں موندیں تو آنسوؤں نے اس کے رخسار بھگو دیے۔ یہ نظارہ کسی کے دل کو بہت بوجھل کر گیا۔

”حیان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے، وہاں تھوڑا اور انتظار کر لو۔ ڈینئل نے بھی تو یہی کہا تھا تم سے۔“ عائشہ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا۔ وہ یونہی آنکھیں موندے چپ چاپ بیٹھی رہی۔

☆☆☆

حریم جب سے فارم ہاؤس سے لوٹی تھی تب سے کیتھی کا نمبر بلاک کرنے والی حرکت پہ اس کا دل بوجھل تھا جیسے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہو۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ زیادتی کیتھی ہی کا تھا لیکن کیتھی کا نمبر بلاک کر کے حریم اسے زبردستی خود تک محدود رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے کیتھی کا نمبر بلاک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پتا تو چل جاتا کہ زیاد کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اور میرا مستقبل کیا ہوگا۔ وہ گومگو کی کیفیت میں تھی ایک دل کرتا کہ ساری بات زیاد کو بتا دے۔ اسے بتا دے کہ اس کی کیتھی لوٹ آئی تھی۔ مگر پھر اپنی بے سروسامانی یاد آتی وہ تو نہ سسرال میں رچ بس پائی اور میکے سے ویسے ہی دربدر تھی تو اگر کیتھی کے لوٹ آنے پر زیاد اسے چھوڑ دیتا تو وہ کہاں جاتی؟

''میں شاید خود غرض ہو رہی ہوں۔'' اس نے اپنی دکھتی کنپٹیوں کو دبایا۔
''مما'' میرب ایک دم سے آ کر اس سے لپٹی تو وہ چونک گئی وہ اچھے موسم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میرب کو
لے کر قریبی پارک میں آئی ہوئی تھی، تجمل کو آتے دیکھ کر وہ بینچ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
''میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟'' تجمل مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگی۔
''بس تھوڑا سا۔'' وہ مسکرائی۔
''بیوٹیفل فیری۔ کیسی ہیں آپ؟'' وہ اب میرب کو پیار کر رہی تھی۔
''بالکل اپنی ماں جیسی ہے۔ نازک اور حسین۔'' میرب کو دوسرے بچوں کی طرف بھاگتے دیکھ کر تجمل نے
حسرت سے کہا۔
''ہمم...'' تزمین کے ذکر پر حریم کی آنکھیں نم ہوئیں۔
''تم کیسی ہو؟''
''پتا نہیں۔'' وہ تھک سی گئی۔ ''کبھی لگتا ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے اور پھر اچانک جیسے بند گلی میں
آ کھڑی ہو جاتی ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔''
ساری بات تجمل کو بتانے کے بعد وہ آزردہ تھی۔
''تم نے ٹھیک کیا ہے حریم! کیتھی بے شک اسی جگہ کھڑی ہے لیکن زیاد وہاں سے آگے بڑھ چکا ہے، اس کی
اب اپنی الگ زندگی ہے۔ یہ قدرت کے فیصلے ہیں جیسے چل رہا ہے۔ اسے چلنے دو خود کو الزام مت دو۔''
''لیکن مجھے فیصلہ زیاد پہ چھوڑنا چاہیے تھا تجمل! اس طرح تو ہر پل ''کچھ ہو نہ جائے'' والی تلوار لٹکالی ہے
میں نے اپنے سر پر۔''
''تم سے شادی کا فیصلہ بھی زیاد ہی کا ہے وہ بھی زبردستی۔ اب وہ اس سے پھر نہیں سکتا۔''
''تب اگر کیتھی موجود ہوتی تو وہ وصیت کو چھوڑ کر کیتھی ہی سے شادی کرتا۔ یہ بات وہ مجھے خود بتا چکا ہے۔''
حریم نے کرب سے کہا۔
''لیکن کیتھی موجود نہیں تھی حریم۔'' تجمل نے تحمل سے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔
حریم اسے دیکھنے لگی۔
''کیا مجھے دیکھنا نہیں چاہیے کہ زیاد کیا چاہتا ہے۔ مجھے اپنا آپ چور اور مجرم لگ رہا ہے۔ نجانے کیتھی
کس مشکل میں تھی۔ اور میں نے اس کا رابطہ نہیں ہونے دیا زیاد سے۔''
''جتنی زیادہ تمہاری ناقابل یقین لائف گزر رہی ہے نا۔ یقین کرو حریم! تم زیادہ مشکل میں ہو۔'' تجمل نے
اسے احساس دلایا۔
''اور اگر وہ آ گئی تو......؟''
''کل کے خدشات میں اپنے آج کو برباد مت کرو۔ جتنا وقت ملا ہے، اس میں کوشش کرو اپنے گھر
اور اپنے شوہر کے دل میں جگہ بنانے کی۔ ایسے کہ کسی کے آنے جانے سے تمہیں کوئی فرق نہ پڑے۔''
''پتا نہیں تجمل! لیکن مجھے یوں لگتا ہے میری زندگی دوسروں کے فیصلوں کی محتاج ہے مجھے موقع ہی نہیں ملتا
کہ میں اپنے لیے کچھ کر سکوں اپنی مرضی سے۔'' وہ بے بس ہوئی۔
''سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس تم اپنے آپ کو مضبوط بناؤ۔ زیاد وسیم کی بیوی ہو تم، اسی حیثیت سے سوچا
کرو۔'' تجمل نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔
''مما!'' میرب بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے خوشی اور جوش سے اسے پکار رہی تھی۔

"سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرب کی ماں ہو۔ اس کے ساتھ تمہارا خون کا رشتہ ہے حریم! جو اور کسی کا نہیں ہوسکتا اور خوش قسمتی ہے یہ بات زیاد بھی بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔"

تحمل مسکرا رہی تھی ان دونوں کی نظریں سلائڈ پہ پھسلتی میرب پہ تھیں حریم کا دل اس بات پہ ٹھہر سا گیا۔

☆☆☆

وہ دوپہر کا کھانا تیار کروا کر باہر نکلی تو لاؤنج میں مائزہ کے ساتھ ایک خوش شکل اٹھائیس تیس سالہ نوجوان کو دیکھ کر جھجک سی گئی۔ مگر چونکہ ان سب کی نظر اس پر پڑ چکی تھی تو حریم نے سر ہلا کر سلام بھی کر دیا۔

"وعلیکم السلام۔ بھئی یہ نیا چہرہ کون ہے؟" بقول مائزہ۔ شاذل عباس کی زبان تو ویسے بھی کھجلی زدہ تھی۔ نزہت کی مسکراہٹ گئی۔

"او کے۔ یعنی زیاد کی وائف ہیں۔ آپ کی بہو۔" شاذل نے نزہت سے خوش دلی سے پوچھا تو ان کا چہرہ تاریک ہوا لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر بس مسکرا دیں۔ مائزہ نے دانت پیسے۔

وہ آج عباد اور زرمین کی تعزیت کے لیے آیا تھا لیکن اس کا یوں حریم کو توجہ دینا مائزہ کو زہر لگا۔

"ہاں۔ فی الحال۔" مائزہ کہہ کر خود ہی ہنسی۔ شاذل نے اس کے بدتمیزانہ انداز پہ پہلے بے اختیار نزہت اور پھر حریم کو دیکھا۔ نزہت تو یونہی گردن اکڑا کر بیٹھی بیٹی کا جملہ انجوائے کر رہی تھیں لیکن حریم کی رنگت ضرور بدلی وہ تیزی سے وہاں سے گزر گئی۔

"واٹس دس ڈش یار؟ یہ...... مذاق تھا یا؟" شاذل الجھ کر مائزہ کی طرف پلٹا۔

"یہ اس لڑکی کی حیثیت ہے اس گھر میں۔ جو اپنی بہن کی جگہ پُر کرنے کے لیے لائی گئی ہے صرف اس کی بچی کی دیکھ بھال کے لیے۔" وہ تنفر سے بولی۔

"پھر تو بہت مستحکم حیثیت ہے اس گھر میں اس کی۔ ایک لاوارث بچی کی ماں بن کے آئی ہے وہ۔" شاذل توصیفی انداز میں بولا۔

"لاوارث کیوں۔ خیر سے دادا، دادی، چچا سب ہیں اس کے۔" نزہت نے پہلو بدلا۔

"لیکن پھر بھی اس کے لیے ماں کی کمی محسوس کی گئی آنٹی! تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ماں باپ کے رشتہ کا موجود ہونا سب سے امپورٹنٹ ہے۔" وہ دس سال امریکہ جیسے ملک میں گزار کر آیا تھا۔ جو دل میں آیا بلا جھجک کہہ ڈالا۔

"اب وہ اتنی بھی امپورٹنٹ نہیں ہے کہ تم اس کے حق میں تقریر کرنی شروع کر دو۔ بس ایک زبردستی کا سودا ہے۔ زیاد بے چارہ تو بھائی کی وصیت نبھا رہا ہے۔ تمہیں بتایا تو تھا۔"

"جو بھی ہے۔ اب اس کی بیوی ہے وہ۔" شاذل نے شانے جھٹکے۔

نزہت اس کی باتوں سے سخت بے آرامی محسوس کر رہی تھیں، دراصل انہوں نے عباد سے لے کر اب زیاد تک مائزہ کو اتنی شدت سے بہو بنانے کا سوچا تھا کہ انہیں اس گھر میں حریم کی اہمیت دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کا بیٹا اب اپنی زندگی میں پرسکون ہے اور میرب بے وجہ روتی دکھائی نہیں دیتی، ہر وقت صاف ستھری بجی سنوری گڑیا کی طرح چہکتی پھرتی ہے انہیں صرف مائزہ کی ناکام زندگی کا دکھ تھا۔ انہیں زرمین کا مائزہ کی خوشیوں پہ شب خون مارنا یاد تھا اور اب حریم کا ان کی خواہش کے برخلاف زیاد کی زندگی میں شامل ہو جانا۔ ایسے میں وہ جس کسی بھی طریقے سے مائزہ کی خوشیاں واپس اسے لوٹانا چاہتی تھیں۔ اسی لیے انہیں یہ لڑکا خاص پسند نہیں آیا تھا جو ان کے منہ پہ بیٹھ کر انہیں غلط اور حریم کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا شاذل کی باتوں کی وجہ سے ہی مائزہ جلدی اسے لے کے وہاں سے اٹھ گئی۔

"بہت اِل مینرڈ ہو تم۔" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بھنائی ہوئی تھی۔
"شکریہ۔ یہ ایوارڈ کس لیے؟" وہ دانت نکوس کر پوچھنے لگا۔
"دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے اور بے موقع تبصرے کرنے کے لیے۔" وہ تپی۔
"اوہ۔ تم اپنی پھپھو کی بات کر رہی ہو۔ تو وہ کون سا سچ کر رہی ہیں۔" وہ ریلیکس ہو کر بیٹھا۔
"جن کے ساتھ زندگی کی بیچ نہ کرے، انہیں ہر بات کی اجازت ہوتی ہے۔"
"یہ حق تو پھر ان کی بہو کو بھی حاصل ہے۔ تم نے اسٹوری بتائی تھی اس کی۔ وہ بھی مظلوم ہے۔" شاذل نے شانے جھٹکے۔
"ہاں۔ دوسروں کے منگیتر اچکنے والی مظلوم۔ دونوں بہنیں ہی ایوارڈ یافتہ مظلوم ہیں۔" وہ تپی اور جھٹکے سے گیئر بدل کر جیسے سارا غصہ نکالا ہو۔ شاذل نے کچھ کہنے کو لب کھولے پھر بھینچ کر جیسے بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

☆☆☆

حریم میرب کو سلا کر اب خود بھی سونے کی تیاری میں تھی۔ زیاد تولیے سے بال رگڑ رگڑ کر خشک کرتا اس کی پھرتیاں دیکھ رہا تھا۔ تولیہ کرسی کی پشت پہ پھیلاتے ہوئے وہ آکر اس کے مقابل بیڈ پر بیٹھا۔ حریم کی کلائی تھامی تو اس کا دل سکڑ سا گیا بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔
"کیا بات ہے۔ کس سے بھاگ رہی ہو؟" وہ سنجیدہ تھا۔
"کیا مطلب؟" حریم کی ہوائیاں اڑیں۔
"میرے کمرے میں آنے سے پہلے ہی سو جانا صبح سویرے کمرے سے "بھاگ" جانا۔ میرا نہیں خیال کہ میں ایسا ہی کوئی ڈریکولا بن چکا ہوں جس سے تم انتہائی خوف زدہ ہو۔" وہ درسانی سے کہہ رہا تھا۔ حریم شرمندگی سے مرجانے والی ہوئی، وہ اپنی ان حرکتوں کو زیاد کا سامنا کرنے سے بچنے میں کامیابی تصور کر رہی تھی یہ نہیں پتا تھا کہ مقابل بھی دو عدد آنکھیں اور ایک مکمل اور ذہین دماغ رکھتا ہے۔
"میں بھلا کیوں بھاگوں گی؟" وہ منمنائی حلق خشک ہونے لگا تھا۔
"یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو۔" وہ برجستہ بولا اور اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں تھام لیا تو حریم کی سانس تھمی۔ اب کون کمبخت کچھ بھی بتا سکتا تھا بھی۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے نیند آ جاتی ہے۔ اور جلدی سونے کی وجہ سے صبح جلدی آنکھ بھی کھل جاتی ہے۔" اس نے جھوٹ سچ ملا کر اپنے ہاتھ کھینچے لیکن زیاد کی گرفت مضبوط تھی۔ حریم نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا تو دھک رہ گئی وہ پوری توجہ سے اس کی طرف متوجہ تھا۔
"میں شکل سے تمہیں بے وقوف نظر آتا ہوں جو رات جلدی سونے اور صبح جلدی جاگنے کے فوائد سن کر بہل جاؤں گا؟" تحمل سے پوچھا حریم نے نفی میں سر ہلایا۔
"تو پھر تم مجھ سے بچ کر، کترا کر مجھے کیوں اس بات کا احساس دلانا چاہتی ہو کہ ہمارے بیچ ابھی بھی سب کچھ ٹھیک نہیں۔ یا جو کچھ ہے۔ وہ درست نہیں ہے؟"
حریم کی مزاحمت بالکل ختم ہو گئی اس کے ہاتھ زیاد کی گرفت میں ڈھیلے پڑ گئے۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"تو پھر اس گریز کی صاف وجہ بتا دو۔ مجھ سے یہ پہیلیاں نہیں بوجھی جاتیں۔ میں صاف اور سیدھی زندگی گزارنے کا قائل ہوں جو دل میں ہے، وہ زبان پہ لے آؤ۔" وہ درسانی سے بولا۔ مگر حریم کے پاس اتنی ہمت ہوتی یا

اسے آگے پیچھے کوئی دکھائی دیتا تو وہ دل کی بات زبان پر لاتی جبکہ فی الحال تو لاوارثوں جیسی کیفیت تھی۔

"کچھ نہیں۔ یونہی دل پریشان سا ہے۔" اسے رونا آنے لگا۔

"کل جا کر اپنے ابو امی سے مل آؤ۔ طبیعت بہل جائے گی۔" اس کے اعصاب ڈھیلے پڑے تو ہمدردی سے مشورہ دیا۔ حریم نے آنسو پیتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ زندگی نے انجر پنجر ڈھیلے کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اس پہ ستم یہ کہ ماں، بہن کا شانہ بھی میسر نہ تھا جس پہ سر رکھ کر دل کا بوجھ ہلکا کر سکتی یا مشورہ ہی مانگ لیتی۔

وہ اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے اٹھ گیا اور آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر بال سنوارنے لگا۔ حریم چپکے سے اپنی جگہ لیٹی اور آنکھوں پہ بازو رکھ لیا۔ تھوڑی دیر وہ اور پوچھ گچھ کرتا تو شاید آج وہ دل کے سارے خوف اس کے سامنے اگل ہی دیتی۔ اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔

☆☆☆

"شاذل کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" رابعہ نے دوستانہ انداز میں پوچھا تو مائرہ نے گہری سانس لی۔ پھر تیکھی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"اس سوال کا بیک گراؤنڈ پوچھ سکتی ہوں میں؟" مائرہ نے تیوری چڑھائی۔

"ویسے ہی۔ اتنی دوستی ہے تم دونوں میں۔ اس لحاظ سے پوچھ رہی ہوں۔" وہ ٹالتے ہوئے سرسری بولیں۔

"وہ میرا اچھا دوست ہے مما! اور اسے دوست ہی رہنے دیں۔ اس کے اور میرے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" مائرہ نے ان کی سوچ کے آگے بند باندھتے ہوئے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی متنبہ کر دیا۔

"لیکن پھر بھی تم دونوں اچھے دوست ہو۔" رابعہ نے اسی کے الفاظ جتانے والے انداز میں دہرائے۔

"بہت اچھے دوست ہیں میرے، تو کیا کرنا چاہیے مجھے والدہ محترمہ؟" طنزیہ پوچھا۔

"زندگی کی طرف لوٹنا چاہیے اور کیا۔ روبی کی چنگی دونوں بہوویں بھی دیکھ لو، عیش کر رہی ہیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اپنی مرضی کا سونا جاگنا۔ اگر شاذل بہت پہلے امریکہ نہ چلا جاتا تو آج تم اپنے گھر کی ہو چکی ہوتیں۔" وہ صاف گوئی سے بولیں۔

"فار گاڈ سیک مما!" اس نے گویا تنگ آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے کو لگائے۔

"یہ مڈل کلاس ماؤں کی طرح اپنی ہر تان میری شادی پہ لا کر مت توڑا کریں۔ ہر لڑکے میں آپ کو اپنا ہونے والا داماد دکھائی دینے لگتا ہے۔"

"میں خود سے نہیں کہہ رہی۔ روبی نے اشاروں میں بات کی ہے مجھ سے۔ وہ شاذل کی پہلی تین ناکام شادیوں کی وجہ سے جھجک رہی ہے ورنہ شاید کھل کر بات کر لی۔" انہوں نے اپنی صفائی پیش کی۔

"انہیں جھجکنا بھی چاہیے۔" مائرہ تیز لہجے میں بولی۔

"لو۔ کیوں بھلا۔ شاذل میں ماشاءاللہ کیا کمی ہے اور ویسے بھی یہاں خاندان بھر میں کسی کو بھی شاذل کی تین شادیوں کے بارے میں نہیں پتا۔" رابعہ برا مان کر بولیں تو مائرہ کو غصے کے ساتھ ہنسی بھی آ گئی۔

"مجھے تو پتا ہے نا۔ خاندان بھر نے کون سا اس سے شادی کرنی ہے۔ اور ویسے بھی میرے کیا اتنے برے دن آ گئے ہیں کہ کوئی کنوارا نہیں ملے گا اب مجھے؟"

"زیادہ بھی تو شادی شدہ ہے مائرہ۔ اگر تم ابھی تک اس کے متعلق سوچ سکتی ہو تو شاذل کے بارے میں

کیوں نہیں۔ زیاد تو ویسے بھی سیٹل ہے اپنی زندگی میں۔"

رابعہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے جتا گئیں حالانکہ جانتی تھیں کہ اس کا دل دکھے گا لیکن یہ جتانا ان کے خیال میں ضروری بھی تھا۔ مائرہ کی رنگت بدلی۔

"آپ شاذل اور زیاد کو مقابل مت لائیں۔ میری زندگی جیسے گزر رہی ہے، وہ میری اپنی چوائس ہے۔ آپ اس میں شاذل کو مت گھسیٹیں۔" حسب توقع وہ تپ اٹھی تھی۔

"میرا تو کام تھا تمہیں برا بھلا بتانا، میری جان! جذبے وہاں لٹائے جاتے ہیں جہاں انسان کی قدر ہو۔ تمہاری پھپھو بھی اندھی ہو چکی ہے تمہاری محبت میں۔ نہ اپنی بہو کو پوری زندگی گزارنے دے رہی ہے نہ تمہیں۔ اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

رابعہ نے تنگ آکر کہہ ہی دیا جو کتنے ہی عرصے سے ان کے دل میں تھا اور وہ مائرہ کی دل آزاری کے خیال سے زبان پر نہیں لاتی تھیں لیکن اب جبکہ شاذل کی صورت انہیں اس دلدل سے بیٹی کو نکالنے کا موقع دکھائی دیا تو وہ ہر ممکن اقدام کرنا چاہتی تھیں۔ جس سے مائرہ کو عقل آجائے۔ مائرہ غصے کے مارے بنا کوئی جواب دیے وہاں سے چلی گئی تو وہ سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

"یا اللہ۔ اس پگلی بچی کو ہدایت دے۔"

ان کے دل سے دعا نکلی تھی۔

نزہت سے بھی اب صاف لفظوں میں بات کرنے کا انہوں نے سوچ لیا تھا۔ جو بے جا ضد کے پیچھے نہ بیٹے کا گھر بسنے دے رہی تھیں اور نہ ہی مائرہ کو کسی اور طرف دھیان کرنے دیتی تھیں۔

☆☆☆

آج ان کی روبی خالہ کے گھر دعوت تھی۔ خالہ کی دونوں بیٹیاں اپنے میاں اور بچوں سمیت مدعو تھیں۔ روبی خالہ کے دونوں بیٹے اور بہوویں شان محفل بنے ہوئے تھے۔ مائرہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ موجود تھی۔ بہت اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ ہنسی مذاق چلیں۔ ایسے میں سب کو اپنے آپ میں مکمل دیکھ کر مائرہ یک دم ہی جیسے خود ترسی اور قنوطیت کا شکار ہوئی۔ وہ سب سے پہلے کھانا ختم کر کے اٹھ گئی۔ تنہائی ملتے ہی اپنی بے رنگ و اجاڑ زندگی پہ آزردہ ہونے لگی۔ جذباتیت کے اس سارے سفر میں اس کے ہاتھ بھلا کیا لگا تھا؟ تنہائی اس کی ہم سفر بنی۔ نارسائی کا دکھ ملا اور بس۔

"کیا یار کزن! ایٹی ٹیوڈ پھیلا کر رکھی ہے۔ کیوں اٹھ آئی ہو۔ اندر اتنے مزے کی سٹنگ چل رہی تھی۔ سویٹ ڈش اور چائے باقی تھی ابھی۔" شاذل اس کے پیچھے لان میں نکل آیا تھا۔

"تم بیٹھو جا کر۔ میں تو بس فل ہو گئی تھی۔" مائرہ نے رخ موڑا اور واک کرنے لگی۔

"کس سے؟ اس ہنسی مذاق سے یا کھانے سے؟" وہ اسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ قدم اٹھاتا بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں پوچھنے لگا تو مائرہ جلبلائی۔

"زہر لگتے ہیں مجھے دوسروں پہ تبصرے کرنے والے لوگ۔"

"یا تم پسند نہیں کرتیں کہ کوئی تمہارے احساسات جان پائے۔" ایک اور بے رحمانہ تبصرہ آیا مائرہ نے رک کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا، شاذل نے ایسے سر خم کیا جیسے اپنے درست اندازے کی داد چاہی ہو۔

"بکواس۔" مائرہ نے سر جھٹکا مگر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کب تک سرابوں کا پیچھا کرتی رہو گی مائرہ! کیوں زندگی برباد کر رہی ہو اپنی؟" اس نے اس قدر غیر

متوقع طور پر موضوع بدلا تھا کہ ماروے کے تلوؤں میں لگی سر پہ جا بجھی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے بھئی۔ تم چار گرل فرینڈز گھما آئے۔ تم پر کوئی اعتراض کیا ہے میں نے؟" وہ اس پہ چڑھ دوڑی۔

"چار نہیں تین۔ ابھی ایک کی گنجائش باقی ہے۔" وہ اطمینان سے تصحیح کرتے ہوئے بولا۔

"تو جاؤ۔ منع کس نے کیا ہے کر لو چوتھی بھی۔ بیٹھی ہوگی کوئی گوری کالی تمہارے لیے۔" وہ چٹخی۔

"وہ تو میری پسند کی تھیں۔ لیکن سارے تجربے ہی ناکام رہے۔ اب تو سوچ لیا ہے مام کی پسند کی لڑکی سے چپ چاپ کر کے شادی کر لینی ہے۔"

وہ بڑا کوئی فرماں بردار بیٹا بنا ہوا تھا۔ رابعہ اگر اسے روبی خالہ کی ڈھکی چھپی خواہش کے متعلق بتا نہ چکی ہوتیں تو وہ بھی شاذل کی باتوں کو خوب انجوائے کرتی لیکن اب جبکہ وہ سارے معاملے سے واقف تھی اس لیے کڑوا کریلا بنی ہوئی تھی۔

"جو مرضی آئے کرو۔ چاہو تو اپنے ڈیڈی کی پسند سے بھی ایک شادی کر لو۔ لیکن میری زندگی میں دخل مت دو بھئی۔" وہ تنک کر کہتی اسے بہت کچھ باور کراتی پاؤں پٹختی اندر کی طرف بڑھی۔

"ارے۔ اسے کیا ہوا؟ میں نے کیا کیا ہے بھلا؟ رکو۔ بات تو سنو۔" شاذل اس کے پیچھے لپکا مگر وہ ان سنی کرتی دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

☆☆☆

"سنو۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

وہ تیز قدموں سے چلتی اس کے ہم قدم ہوئی چاکلیٹ کے ڈبے ریک میں رکھتے ہوئے حیان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ نیلی آنکھوں سے سجا چہرہ سرمئی رنگ کے حجاب میں دمک رہا تھا۔ نیلی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ اور قدرے سوجن زدہ تھے جیسے وہ روتی رہی ہو۔ اس نے بے ساختہ نگاہ موڑی۔

"یہ کام کا وقت ہے۔ اس میں باتوں کے لیے ٹائم نہیں نکل سکتا۔" وہ روکھائی سے بولا۔ آج عائشہ کو بخار تھا تو وہ چھٹی پر تھی۔ اس وجہ سے آمنہ کو اکیلے آنا پڑا تھا۔

"دو منٹ چاہئیں بس۔" وہ ملتجیانہ لہجے میں بولی۔

"کہا نا۔ کام کے دوران ایک منٹ بھی نہیں۔" وہ روکھائی سے کہہ کر اپنے کیش کاؤنٹر پہ جا کھڑا ہوا۔ آمنہ اسے دل ہی دل میں گالیاں دیتے ہوئے واپس پلٹی تھی۔ موڈ اتنا خراب تھا کہ اس نے آج کسٹمرز کو بھی ٹھیک سے ڈیل نہ کیا تھا۔ چھٹی کے وقت کا اسے بے صبری سے انتظار تھا تب اس کا کزن بالکل فارغ ہوتا تھا اور شاید راستے میں اس کی بات توجہ سے سن لیتا۔

"آج تم نے میرا کاروبار ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دو کسٹمرز تمہاری شکایت کر کے گئے ہیں۔" وہ واپسی پر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی گویا خود بھی ساتھ ہی اسٹارٹ ہو گیا تھا۔ آمنہ کو شدید غصہ آیا۔

"ہیلو مسٹر زی۔ مسٹر اس وقت تم مجھے میرے کام کے حوالے سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسٹور کے باہر تم میرے باس نہیں ہو۔" وہ نتھنے پھلا کر بولی۔

"یہ جملہ تمہیں عائشہ نے سکھایا ہے۔ لیکن یہ غلط اسٹیٹمنٹ (بیانیہ) ہے۔ باس از آل ویز باس (مالک ہمیشہ مالک ہوتا ہے)۔"

"ہوتا ہوگا۔" اس نے کھلی اڑائی۔

"اب بتاؤ۔ کیا بات کرنی تھی؟" وہ احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

آمنہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جیسے اپنی ہمت مجتمع کی۔

”مجھے واقعی پاکستان جانا ہے حیان! جائز و ناجائز کسی بھی طریقے سے۔“ اس نے ٹشو سے ناک رگڑی۔ بات کے اختتام تک اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ حیان نے لب بھینچے۔

”دیکھو۔ پہلی بات تو یہ کہ تم یہ رونے والا سین بند کرو۔ میں ایک بہت نرم دل بندہ ہوں لڑکیوں کو روتے دیکھ کر ڈرائیونگ نہیں کر سکتا۔ ہاتھ کانپنے لگتے ہیں، ایسے ہی کہیں گاڑی ٹھونک دی تو تمہارا پاکستان کا ویزا لگے نہ لگے، اوپر کا ضرور لگ جائے گا۔“ وہ اپنی ہی بولی بولے جا رہا تھا۔ آمنہ کے آنسو تو کیا رکتے، دانتوں پہ دانت بھی جم گئے۔

”ہاں۔ اب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ دوبارہ سے۔“ اسے خود کو گھورتے پا کر وہ جیسے مطمئن ہو کر بولا تو آمنہ کا دل چاہا کاش اس کے پاس ایک پستول ہوتا۔

”بات وہی ہے جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ میں کسی بھی طرح پاکستان جانا چاہتی ہوں۔“

”اور میں نے تمہیں بتایا تھا کہ فی الحال یہ بالکل بھی ممکن نہیں ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ایک بالکل انجان ملک میں اکیلی جا کر کیسے سروائیو کرو گی تم؟“

”دیکھو۔ وہاں جا کر زیاد مل گیا تو پھر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے میرے۔“

”اور اگر نہ ملا تو؟“ وہ بہت سفاک تھا۔ یہ آمنہ کو اس پل شدت سے احساس ہوا، اس کا دل چاہا حیان الشافع کا خوب صورت چہرہ نوچ لے۔

”پھر ظاہر ہے، میں واپس آ جاؤں گی۔“ بمشکل نرمی سے کہا۔

”تو پھر کچھ دن صبر کر لو اگلے مہینے تک کم از کم۔ میں کچھ دنوں کے لیے فری ہو جاؤں تو تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں ایک ہفتے کے لیے۔“ وہ یک لخت ہی بولا تو آمنہ بدکی۔

”یہ کیا مذاق ہے؟“

”میرا کون سا تم سے مذاق چلتا ہے؟“ وہ فوراً روکھا ہوا۔

”تم یہاں ہماری ذمہ داری پر رہ رہی ہو۔ یعنی تمہارے بھائی نے تمہیں ہمارے حوالے کیا ہے۔ اب ہم کل کو اسے کیا جواب دیں گے۔ کدھر گئی اس کی بہن؟“

”لیکن تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ اور کیا ضروری ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر مل جائے؟“ آمنہ کو اس کی آفر نے صدمے میں مبتلا کیا تھا اس سڑیل شخص کو مستقل اپنے سر پہ برداشت کرنا بڑی ہمت اور حوصلے کا کام تھا۔

”لیکن ہم وہاں مہینوں تک کے لیے نہیں جا سکتے۔ ابھی تو وہاں جانے کے لیے بھی مشکلات فیس کرنی پڑیں گی۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو ٹھیک ہے۔ سارا پروگرام کینسل۔ تم چپ کر کے اپنی جاب کرو بس۔“ وہ فوراً جابر باس بن گیا۔

اب آمنہ کے پاس اس سرپھرے شخص کی بات ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

”اوکے۔ ڈن کرتے ہیں۔“ آمنہ نے انگوٹھا دکھایا تو اس کے چہرے پہ طمانیت اتر آئی۔ وہ اپنے ہاسٹل کے سامنے اتری گاڑی کا دروازہ بند کر کے کھڑکی میں جھکی۔

”اس مہربانی کے لیے تمہارا بہت شکریہ۔“ آمنہ کو پہلی بار لگا کہ وہ سڑیل بھی اندر سے ایک اچھا شخص تھا۔

”اور ہاں۔ ایک بات کہنا تو میں بھول ہی گیا۔ اس معاہدے کی۔“ وہ جیسے اچانک یاد آنے پر بولا۔ آمنہ نے ناچھی سے اسے دیکھا۔

”وہ یہ کہ...... وہ شخص تمہیں ملے یا نہ ملے۔ حالات کے مطابق آخری فیصلہ میرا ہوگا۔“

وہ بے حد اطمینان سے کہتا آمنہ کو زہر سے بھی بری کوئی شے لگا وہ دانت پیستی کھٹ کھٹ پاؤں مارتی واپس ہوئی تھی۔ حیان الشافع مطمئن سی مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ وہ جانتا تھا مقابل کے پاس اس کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ زندگی، آمنہ عرف نیتھی سے ہر فیصلہ خود اسی کی من مرضی سے کروانے والی ہے۔

☆☆☆

میرب کو سیر کروانے کے لیے نکلی تو شاپنگ مال کا رخ کرلیا۔ ونڈو شاپنگ کرتے کرتے ہی اسے میرب کے لیے پنک اور وائٹ اسکرٹ بہت پسند آئی۔ کپڑے لے کر وہ نکلی تو میرب نے جھولے لینے کا شور مچا دیا۔

"اُف میرو۔ ڈرائیور ویٹ کر رہا ہے۔ پھر آئیں گے پاپا کے ساتھ تو جھولے بھی لیں گے۔" اسے سمجھانا چاہا لیکن میرب مچل اٹھی۔

"اوفوہ۔ چلو بھی۔" اس کا رخسار چوم کر حریم پلے ایریا کی طرف بڑھی جہاں رش اور شور الامان الحفیظ تھا۔

اس نے کاؤنٹر سے ٹکٹ خریدے اور میرب کو ایک جھولے پر بٹھا دیا۔

"مما۔ آئس کریم۔" کسی بچے کو دیکھ کر وہ مچلی تو گہری سانس بھرتے حریم اسے جھولے سے نہ اترنے کا کہہ کر اس کے لیے آئس کریم لینے فوڈ کورٹ کی طرف آئی اسے محض کوئی تین چار منٹ لگے ہوں گے واپسی کے لیے۔ اور اتنی دیر میں میرب کا وہاں نام و نشان تک نہیں تھا۔ حریم کی رنگت اڑی۔ اس نے پاگلوں کی طرح اسے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن بے سود۔ حریم کو لگا جیسے کسی نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی ہو۔

☆☆☆

وہ ابھی آنے والے موسم سرما کی کیپ شالز کے ڈیزائن کے لیے ڈیزائنرز سے سر کھپا کر فارغ ہوا تھا چند ڈیزائن فائنل کر کے اسے رخصت کیا تو موبائل بجنا شروع ہو گیا۔ اس نے انٹرکام اٹھا کر پہلے اپنے لیے کافی کا آرڈر دیا پھر موبائل اٹھایا تو حریم کی کال آرہی تھی۔ اس نے کال اٹینڈ کی لیکن دوسری طرف شاید سگنل کم تھے۔ دوسرے شور اتنا تھا کہ اسے ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"ہیلو۔ کہاں ہو تم حریم! باہر نکلو وہاں سے سگنل نہیں آرہے شاید۔ آواز کم ہے۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ کال کٹ گئی تھی۔

ایک منٹ کے بعد میسج ٹون بجی تو اس نے دیکھا حریم کا وائس میسج آیا تھا۔ زیاد کے ہونٹوں پہ محظوظ مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے میسج سننے کے لیے اسکرین ٹچ کی۔

"زیاد...... میرب نہیں ہے...... وہ...... کہیں بھی نہیں ہے یہاں۔ میں نے اسے ہر طرف دیکھ لیا ہے، وہ نہیں مل رہی۔"

حریم کی لرزتی کپکپاتی دہشت زدہ سی آواز نے زیاد کے دل کو جیسے مٹھی میں لے لیا وہ بے اختیار ہی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا فی الفور حریم کو کال بیک کرتا وہ گاڑی کی چابی اٹھاتے تیزی سے آفس سے باہر بھاگا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)